تیرہویں قسط

میریٹ ہوٹل میں ہونے والے مسز قریشی کے ڈنر کی رونقیں عروج پر تھیں۔۔۔
رنگ و بو اور روشنیوں کے طوفان کے پیچھے بجتا ہوا دھیمے سروں کا میوزک اب ہادی کے دماغ کو ناگواری کا احساس بخش رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ
وہ ان سب چیزوں پر لعنت بھیج کر خود کو اس منظر سے غائب کر لیتا۔
درشہوار اس کے سامنے تھی، پنک کلر کی میکسی کے ساتھ اس نے اپنے چہرے کے دلکش نقوش کو بڑی مہارت اور نفاست سے کیے جانے والے میک اپ کے ساتھ اجاگر کرنے کی شعوری کوشش کی تھی۔ آنکھیں اسکی پہلے ہی دلکش تھیں اوپر سے اس نے اپنی نوکیلی پلکوں پر مسکارے کا گہرا کوٹ لگا کر انہیں مزید جاذب نظر بنا لیا تھا۔
براؤن کلر کے ٹو پیس سوٹ میں میر برہان کی تیاری بھی کسی سے کم نہیں تھی لیکن ہادی کو ان دونوں بہن بھائیوں سے یکساں بیزاری اور کوفت محسوس ہوئی اور پریشانی کی بات یہ تھی کہ درشہوار کی نظریں مسلسل اسکے وجود کا احاطہ کیے ہوئی تھیں۔
''ارے ہادی صاحب آپ۔۔۔؟؟؟''برہان کے لہجے سے چھلکتی شناسائی پر مناہل چونکی۔
''آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں کیا۔۔۔؟''مناہل بے تابی سے گویا ہوئی۔
''مجھے ان کے پڑوسی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔۔''ہادی نے جان بوجھ کر طنزیہ انداز اختیار کیا۔
''ڈیٹس گریٹ، پھر مجھے تو مستقل طور پر مری میں شفٹ ہو جانا چاہیے۔۔۔''مناہل کھلکھلا کر ہنسی۔
''تم جس جگہ پر ہو، وہیں رہو تو بہتر ہو گا۔۔۔''ہادی نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھانے کی کوشش کی، جو اس وقت برہان کو سامنے پا کر خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہی تھی اور اسکے رنگ ڈھنگ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے۔۔۔
''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مناہل ہر وقت جس ہادی کا ذکر کرتی ہے وہ آپ ہو سکتے ہیں۔۔''
''جی یہ محض ایک اتفاق ہے۔۔۔''اس کے لہجے میں موجود سنجیدگی اور فراخ پیشانی پر گہرے ہوتے بل درشہوار کے اندر

مایوسی کا دھواں پھیلا رہے تھے لیکن اس سے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہونے کا احساس بھی فی الحال کافی تھا۔وہ شعوری طور پر تھوڑا اس کے قریب آکر کھڑی ہوئی،اس کے لباس سے اٹھتی قیمتی کولون کی مسحور کن مہک نے درشہوار کو لمحہ بھر کے لیے بے بس کیا۔۔۔

''آئیں ناں برہان، آپکو ماموں اور ممانی جان سے ملواتی ہوں۔۔۔'' مناہل کے لہجے سے چھلکتی بے چینی ہادی کو سخت بُری لگی ۔

''شیور۔۔۔!!!''برہان کی گہری نظریں مناہل کے چہرے کا حصار کیے ہوئے تھیں۔۔

''صرف ملوانا ،ان سے تعارف مت کروانا۔۔''ہادی نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے مناہل کے تھوڑا قریب آکر ہلکی سی سرگوشی کی۔۔۔

مناہل نے پلٹ کر پریشان نظروں سے اسکی طرف دیکھا، اور ہادی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کی،جو مناہل کو سمجھ تو نہیں آئی لیکن

اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی نے اسے لمحے بھر کو تشویش میں مبتلا ضرور کیا۔

''ایکسکیوزمی برہان،ایک منٹ۔۔۔۔''

وہ پریشان انداز سے ہادی کے پاس آئی،جو اس وقت ساری دنیا ہی سے خفا خفا سا لگ رہا تھا۔درشہوار اور برہان دونوں نے چونک کر انہیں دیکھا، لیکن ہال میں بجتے ہوئے میوزک کی وجہ سے وہ ان کی گفتگو سمجھنے سے قاصر تھے،البتہ ہادی کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کم از کم خوشگوار نہیں تھی۔۔۔

''تم بتا کیوں نہیں رہے ہو آخر پرابلم کیا ہے۔۔۔؟''

''کہاناں ممی پاپا سے تعارف مت کروانا ان لوگوں کا، باقی ڈیٹیل بعد میں بتادوں گا۔۔۔۔''وہ ہلکا سا جھنجھلایا۔۔

مناہل نے کچھ لمحے اسے غور سے دیکھا،اور پھر سر جھٹک کر بے نیازی کے ساتھ اپنے اسپیشل مہمانوں کی طرف بڑھ گئی ،جبکہ ہادی کا تو سارا مزا ہی کرکرا ہو گیا تھا،وہ زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے جاننے والے لوگوں سے ملتا ہوا نسبتاً ایک خالی گوشے کی طرف آگیا،جہاں ذرا الگ تھلگ رکھے صوفے پر شہر زاد براجمان تھی۔

مناہل کی بے تابیوں اور بے چینیوں نے اسکا سکون تو برباد کیا ہی تھا لیکن اسے اس بات پر بھی حیرانگی تھی کہ میر برہان محتشم اپنی بہن کو لیے اتنے دھڑلے سے انجان لوگوں کی گیدرنگ میں کیسے آسکتے ہیں،اور بہن بھی اس وقت سولہ سنگھار کیے کسی بھی اچھے بھلے شخص کے ہوش اڑا سکتی تھی لیکن آگے بھی ہادی تھا جو اپنے دل کے دروازے سختی سے بند کر کے چابی کہیں دُور جنگلوں

میں پھینک چکا تھا۔۔

''پاگل ہیں دونوں بہن بھائی۔۔۔''وہ دل ہی دل میں ان دونوں کو کوستا ہوا غیر دانستہ طور پر شہزاد کے عین برابر میں بیٹھ گیا۔اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اندونوں کے درمیان میں بس چند انچ کا فاصلہ ہے۔

''آپ کی طبعیت ٹھیک ہے ہادی۔۔۔؟''شہزاد اسکی غائب دماغی کو بھانپ چکی تھی۔

''اوہ آئی ایم سوری۔۔۔۔''وہ خفت زدہ انداز میں تھوڑا فاصلہ رکھ کر بیٹھا۔۔۔

''اٹس اوکے۔۔۔مجھے لگتا ہے آپ کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے شاید۔۔۔''وہ چہرے پر نرم مسکراہٹ لیے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔

''جی ،کچھ ایسا ہی ہے ، سر میں درد ہے ،لگتا ہے کوئی پین کلر لینی پڑے گی۔۔۔''ہادی نے اپنی دو انگلیوں سے ماتھے کو لاشعوری انداز میں مسلا۔

''آپ کسی ویٹر کو بلوا کر پوچھیں ،مل جائے گی ادھر ہی سے۔۔۔''وہ تھوڑا فکر مند ہوئی۔

''ارے نہیں ،ایسی بھی کوئی بات نہیں ،آپ سنائیں کیسی ہیں اور کیا ڈر گئی ہیں میر فیملی سے ،جو دوبارہ مری کا رخ ہی نہیں کیا آپ نے۔''اس نے دانستہ اپنا دھیان مناہل اور برہان سے ہٹانے کے لیے اس سے گفتگو کا آغاز کیا۔۔۔

''ایک بات یاد رکھیے گا محمد ہادی صاحب ،جس دن شہزاد نے اپنے پروفیشن سے ڈرنا شروع کیا ،اسے اگلے دن وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنی مام کا سیلون سنبھال لے گی ،کیونکہ اس کے لیے پھر یہی شعبہ بہتر ہو گا۔۔۔''اس کے پر اعتماد انداز پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

''یہی اسپرٹ ہونی چاہیے زندگی کے ہر معاملے میں ،اور مجھے یقین ہے کہ ایسا دن کم از کم آپکی زندگی میں کبھی نہیں آئے گا۔۔''

''اللہ کرے ، میں آپ کی امیدوں پر پورا اتروں۔۔۔''شہزاد نے ویٹر کی ٹرے سے فریش جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے مسکرا کہا۔

''مجھے تو شجاع غنی والے کیس سے بہت امیدیں تھیں کہ کم از کم میر فیملی پر ہاتھ ڈالنے کا ایک مضبوط جواز ہاتھ میں آجائے گا۔۔۔''وہ اب بہت تسلی سے اسسے گپ شپ لگانے کے موڈ میں تھا۔

''امیدیں تو مجھے بھی بہت تھیں لیکن ،وہی حضرت علی کا قول ہے ناں میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے خدا کو پہچانا۔۔''وہ تھوڑا افسردہ ہوئی۔

''میں آپ کی بات سے متفق ہوں، شجاع غنی کے پیچھے ہٹنے کے بعد کوئی اور مضبوط جواز بھی تو نہیں رہا تھا اس کیس کو لڑنے کا، لیکن آپ کو جب موقع ملے اس کیس کا بدلہ ضرور لیجئے گا۔۔۔''

''میں کسی ذاتی عناد یا دشمی پر تو لوگوں پر کیس نہیں کر سکتی، لیکن جب کبھی ان کے خلاف ایسا کچھ ملا تو پیچھے نہیں ہٹوں گی ۔۔۔''شہرزاد نے اسے اپنے ارادوں سے باخبر کیا۔۔

''انشاء اللہ کچھ نہ کچھ ایسا ضرور مل جائے گا کیونکہ ، یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز تو آنے والے ہیں نہیں ۔۔''ہادی نے کافی فاصلے پر کھڑی درشہوار کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کھل کر کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ مضبوط جواز مل چکا ہو مجھے، جو ان کے پورے خاندان کی سیاست کی بنیادیں ہلا دے ۔۔۔''اسکے پر اعتماد لہجے میں کچھ تھا۔

ہادی ایک دم سنبھل کر بیٹھا گیا اور اسے اپنا سارا سر درد فضاؤں میں تحلیل ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

''آر یو شیور۔۔۔؟؟؟''اس نے شہرزاد کا چہرہ کھوجنے کی کوشش کی۔۔

''آف کورس، میں کوئی ایسی بات اندازوں پر تو کر نہیں سکتی۔۔۔''وہ ابھی بھی پر اعتماد تھی۔

''اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں بے چینی سے اس وقت کا منتظر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کروائیں گی۔''ہادی کی بات پر شہرزاد کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ دوڑنے لگی۔۔

''میں نے مسز عالیہ قریشی یعنی آپ کی والدہ سے زندگی کا ایک ہی اصول سیکھا ہے ابھی۔۔۔''وہ اسکی بات پر چونکا۔۔۔

''کیا۔۔۔؟''

''زندگی بھی شطرنج کی بساط کی مانند ہوتی ہے جہاں درست وقت پر درست مہرے کا استعمال ہی آپکی کامیابی کی ضمانت بنتا ہے۔۔۔''وہ مسکرائی۔

''اور یہ بات مجھ سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ کسی سیاسی خاندان کے لیے الیکشن کے قریب کا وقت ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتا ہے، اس وقت پر لگنے والی چوٹ کے اثرات بہت دیرپا ہوتے ہیں۔۔۔''اسکی آنکھوں میں موجود چمک پر شہرزاد مسکرائی ۔

''مسز قریشی کی اولاد کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے جتنا دنیا انہیں سمجھتی ہے۔۔۔''

''اس کا مطلب ہے، میرا اندازہ درست ہے، آپ بھی اسی وقت کا انتظار کر رہی ہیں۔۔۔''ہادی کی بات کو اس نے مسکرا کر ٹالا۔

اسی ہال میں کچھ فاصلے پر موجود درشہوار کی نظریں ان دونوں پر جمی ہوئیں تھیں، شہرزاد کا پروقار انداز میں مسکرانا اور ہادی کے محویت کے ساتھ اسے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دینا، یہ ساری تلخ چیزیں بھولنے کے لیے درشہوار کو پہاڑ جتنا حوصلہ چاہیے تھا۔۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ شہرزاد کا ہاتھ پکڑ کر اسے ہال سے کہیں دُور پھینک آتی یا ہادی کو گھسیٹتی ہوئی وہاں سے کہیں اور لے جاتی۔اسے دنیا میں کوئی لڑکی اتنی بُری نہیں لگی تھی، جتنی اس وقت ہادی کے ساتھ بیٹھی ہوئی شہریار لگ رہی تھی۔

ہادی اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے کسی جاننے والے کے ساتھ محو گفتگو ہو گیا اور شہرزاد کی ساری توجہ اسکے سیل فون پر آنے والے ٹیکسٹ میسج نے اپنی طرف مبذول کروالی، وہ میسج کی مخصوص بپ سے جان چکی تھی کہ دوسری طرف ہم زاد ہو گا اور وہی تھا۔اسکرین پر نظریں دہراتے ہوئے اس کے لب خود بخود مسکرائے، کیونکہ سامنے تحریر تھا۔

الہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت، ماجرا کیا ہے۔۔۔

ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

شہرزاد نے اسکرین پر جگمگاتے اسکے نام کو مسکراتے ہوئے دیکھا، ایک ساتھ کئی جگنو اسکی اپنی بھی آنکھوں میں چمکے اور اس نے شرارت سے فوراً اس کے شعر کا جواب تیزی سے ٹائپ کیا۔۔۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

جیسے ہی شہرزاد کا ٹیکسٹ گیا، اگلے ہی منٹ میں اسکا شاعری ہی کی زبان میں برجستہ میسج کی صورت میں فوراً جواب آیا۔۔

عشق مقتل میں کبھی ہم کو پکارے تو سہی۔۔

پابجولاں ہی چلے آئیں گے چھم چھم کرتے۔۔

وہ بھی کون سا کسی سے کم تھی، جھٹ سے شان بے نیازی سے اسے لکھ مارا۔

انہی قدموں نے تمہارے، انہی قدموں کی قسم

خاک میں اتنے ملائے ہیں، کہ جی جانتا ہے۔

اس شعر کے بعد چند منٹوں کا سناٹا چھا گیا، اسے پتا تھا کہ یہ بات ڈائریکٹ اسکے دل کو لگی ہو گی، تبھی دومنٹ اور تیس سیکنڈ کے بعد سیل فون اسکرین پر اسکا جواب آیا۔

کوئی فتنہ، تاقیامت، نہ پھر آشکار ہوتا۔۔۔

تیرے دل پہ کاش ظالم، مجھے اختیار ہوتا۔۔۔

شہر زاد جان سکتی تھی کہ اس شعر کے اندر اسکی ایک حسرتوں کا جہاں آباد ہے۔ اس نے بھی اس بار امید کی ڈور اسکے ہاتھ میں تھمائی۔۔

؎اسی دنیا کے، اسی دور کے ہیں
ہم تو دلی میں بھی بجنور کے ہیں

شہر زاد کو اندازہ نہیں تھا کہ آگے بھی ہم زاد تھا جس سے چاہ کر بھی وہ کسی بھی معاملے میں جیت نہیں سکتی تھی۔

؎تجھ کو دعوی ہے محبت میں گرفتاری کا۔۔۔
لا دیکھا، پاؤں میں زنجیر ہمارے جیسی۔۔۔

اس نے ہم زاد کے اس دعوے پر تپ کر اسے فورا لکھا۔۔۔

؎وہ ہر ایک بات کا پہلو نکال لیتا ہے۔۔۔
میں کچھ کہوں تو، ترازو نکال لیتا ہے۔۔

شہر زاد کے اس دل جلے انداز پر اس نے ہنستے ہوئے لکھا۔۔

؎آخر میں تیرے کام تو آیا، کسی طرح۔۔
آخر میری مثال ہی دینا پڑی تجھے۔۔۔

اسی شعر کے نیچے لکھا ہوا تھا، اب بیت بازی ختم اور جا کر کھانا کھا لیجئے، شہر زاد نے چونک کر ہال کی طرف دیکھا، ہادی پتا نہیں کب وہاں سے اٹھ کر جا چکا تھا اور اس وقت سبھی مہمان ڈنر میں مصروف تھے۔ اس نے بھی اپنا سیل فون ہینڈ بیگ میں ڈالا اور مسز قریشی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وال کلک کی سوئیاں اس وقت ایک کے ہندے پر ٹھہری ہوئیں تھیں۔۔۔

ہادی اور مناہل کے درمیان بوجھل خاموشی کا وقفہ کچھ لمحوں کے لیے آ کر ٹھہر گیا، مناہل نے ہلکا سا جھنجھلا کر اپنے کزن کو دیکھا، جس کے بارے میں اسے دعوی تھا کہ وہ اسے ساری دنیا سے زیادہ جانتی ہے لیکن اسکا یہ روپ تو اس نے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

''تم پوچھنا کیا چاہ رہے ہو ہادی، صاف صاف کہو۔۔؟'' وہ ہلکا سا چڑ کر بولی۔

''مجھے تم صرف اتنا بتاؤ، تم میر برہان کی فیملی کے بارے میں کتنا جانتی ہو۔۔؟'' اسکا سخت لہجہ مناہل کو چونکا گیا۔

''تمہارے لہجے سے تو لگ رہا ہے جیسے مجھ سے زیادہ تم ان کو جانتے ہو۔۔'' وہ سیریس ہوئی۔

''اسی بات کا تو افسوس ہے، جو بات تمہیں جاننی چاہیے تھی، وہ مجھے بتانی پڑ رہی ہے۔۔'' وہ جتاتے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

''ایسی کیا بات ہے جو تم اتنا زیادہ سیریس ہو رہے ہو۔۔۔'' وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر اسکے عین سامنے آن کھڑی ہوئی

۔۔

''سوچ لو، شاید سن کر تمہیں اچھا نہ لگے۔۔۔۔'' اسکے طنزیہ انداز پر مناہل کو جھٹکا لگا۔

''میں برہان کو بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں اور میں نے انہیں ہر لحاظ سے پرفیکٹ پایا ہے انہیں۔۔۔''

''اس کے خاندان کو جانتی ہو۔۔''؟ اس نے طنزیہ نگاہوں سے اسے گھورا۔

''میرا اس کے خاندان سے کیا لینا دینا۔۔'' اس نے دوبدو جواب دیا۔

''مناہل صاحبہ، یہ پاکستان ہے اور یہاں لڑکی کا اپنے شوہر سے زیادہ اپنے سسرال والوں سے لینا دینا ہوتا ہے، پھر تم یہ بات کیسے بھول سکتی ہو۔۔'' اسکا استہزائیہ انداز اسے اچھا نہیں لگا۔

''جو بات ہے ہادی تم صاف صاف کیوں نہیں کرتے ہو۔۔۔؟'' وہ جھنجھلا کر مزید گویا ہوئی۔

''اس سے پہلے تم خود کو راضی کر لو تلخ سچائی کو ہضم کرنے کے لیے۔۔۔''

''میرا ہاضمہ اتنا کمزور نہیں ہے، تم جو بھی کہنا چاہتے ہو، کھل کر کہو، میرے سامنے پہلیاں مت بجھواؤ، کیونکہ مجھے سخت الجھن ہو رہی ہے۔۔'' آگے بھی مناہل تھی، جس سے بحث میں جیتنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

''صرف اتنا بتا دو کہ تم برہان کے علاوہ اسکے خاندان کے کتنے لوگوں کو جانتی ہو۔۔؟'' اس نے غور سے اسکے چہرے کے تاثرات جانچتے ہوئے کہا اور جواب حسب توقع وہی آیا تھا، جس کی اسے سو فیصد امید تھی۔

''اسکی بہن در شہوار سے ایک دو بار ملاقات ہوئی ہے میری، اور اچھی لگی ہے وہ مجھے۔۔۔'' مناہل کی اس بات نے اسکا موڈ خراب کیا۔

''واہ منو صاحبہ واہ، یہ کون سی دنیا کی محبت ہے جہاں محبوب کے علاوہ کسی اور چیز کا علم نہیں اور اسکے ساتھ نئی دنیا بسانے کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔'' اسنے اس بار اسکی عزت افزائی کی۔

''ہادی بھول گئے ہو کیا، تم نے بھی تو محبت کرتے ہوئے ہر چیز بھلا دی تھی۔۔۔'' اسکے طعنے پر وہ تڑپ اٹھا۔

''سب کچھ بھلا دیا ہوتا تو وہ اس وقت میرے گھر میں میرے ساتھ ہوتی، میں یکطرفہ محبت کی سزا نہ کاٹ رہا ہوتا۔۔۔''

''ہاں کر لو ہمت، اب بھی کیا بگڑا ہے۔۔'' مناہل کا یہ وار بھی خاصا کاٹ دار تھا۔

''بگڑا تو کچھ بھی نہیں ہے، بس کسی کی دوستی کا مان ٹوٹ جائے گا، اسی چیز کی حیا مار دیتی ہے مجھے۔۔۔''وہ تلخی سے گویا ہوا۔

''جب تم خود کچھ نہیں کر سکتے تو میرے راستے کی رکاوٹ کیوں بن رہے ہو، کیا پرابلم ہے تمہارا۔۔۔؟''اس دفعہ وہ بھی بُرا مان گئی۔

''میرا پرابلم تم ہو مناہل، تمہیں بہن کہا ہی نہیں، ہمیشہ سمجھا بھی ہے اور میں تمہیں کسی اندھے کنوئیں میں گرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔''اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا لیکن اسکی اس بات پر مناہل نے بیزاری سے اپنے کندھے جھٹکے۔۔۔

''برہان، اندھا کنواں نہیں ہے۔۔۔''مناہل نے تصیح کرنے کی کوشش کی، جو خاصی مہنگی پڑی۔۔

''میر حاکم علی کا خاندان ایک ایسی اندھی کھائی ہے، جہاں اندر گرنے کے تو بے شمار راستے ہیں لیکن باہر نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے موت، یہ لوگ سانسوں پر پہرے لگاتے ہیں، دوسروں کی زندگیوں کا اختیار اپنی مٹھیوں میں رکھنے کے قائل ہیں۔۔''اس نے نادان لڑکی کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''تم یہ بات اتنی تفصیل سے کیسے جانتے ہو۔۔۔؟''مناہل مشکوک ہوئی۔

''میں ہی نہیں ممی، پاپا سب جانتے ہیں، پاپا کے پاس ان کی کرپشن کے ڈھیروں ثبوت ہیں، جا کر دیکھ سکتی ہو تم۔۔۔۔۔''

''سیاست سے تعلق رکھنے والے خاندانوں پر ایسے الزامات لگتے ہی رہتے ہیں، یہ کون سا نئی بات ہے۔۔''اس نے اس بات کو چٹکیوں میں اڑایا۔

''اس کا خاندان کرپشن، دھوکا دہی، قتل و غارت، اغواء اور لینڈ مافیا کے حوالے سے بھی مشہور ہے۔''وہ ہلکا سا جھنجھلا کر گویا ہوا۔

''بے شک ایسا ہو گا، لیکن برہان ایسا نہیں ہے، وہ بہت مختلف ہے۔۔۔''اس بار اسکی آواز تھوڑی مدھم ہوئی۔۔

''منو، غلط فہمی ہے تمہاری، وہ سب لوگ اوپر سے لے کر نیچے تک ایک جیسے ہیں، ہمیں ان کا خاندان بالکل بھی سوٹ نہیں کرتا، ان کے مردوں کے لیے علیحدہ اصول ہیں اور خواتین کے لیے الگ۔۔۔۔۔''ہادی نے تلخ انداز اپنایا۔

''اگر ایسا ہوتا تو برہان بھی پروفیسری کی بجائے اپنی فیملی کے باقی لوگوں کی طرح سیاست کر رہا ہوتا، اس نے پورے خاندان سے بغاوت کر کے یہ پروفیشن اپنایا ہے، اسے نفرت ہے سیاست سے۔۔۔۔۔''اسکے پاس بھی دلیل تھی۔

''لیکن وہ تمہارے ساتھ سیاست کر رہا ہے، میری یہ بات لکھ لو تم۔۔۔''ہادی کے طنز پر وہ تڑپ کر بولی۔

''تم اسکی فیملی کے بارے میں غلط بات ضرور کرو لیکن برہان کے بارے میں نہیں۔۔وہ ٹھیک ٹھاک بُرا مان گئی۔

''اس لیے کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتی ہو۔۔۔''اس نے غصّے سے کہا۔

''میں جاننا بھی نہیں چاہتی، وہ لوگ جو بھی ہوں، جیسے بھی ہوں، لیکن میں اور برہان ایک دوسرے کو نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔'' مناہل نے اس بار صاف گوئی سے اپنا موقف بتایا، اور ہادی کا تو ایک بار دل چاہا کہ وہ سامنے والی دیوار سے جا کر ٹکر مار لے، کیونکہ مناہل کوئی بھی بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔۔

''کیا کوئی شخص اپنے خاندان، برادری اور رشتے داروں سے کٹ کر رہ سکتا ہے۔؟ کیا وہ ان سب لوگوں کو تمہارے لیے چھوڑ سکتا ہے کیونکہ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ میر خاندان میں پہلی بہو کا اعزاز صرف انکے اپنے خاندان کی عورت کو ہی ملتا ہے۔۔۔۔؟'' اس نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔

''مطلب کیا ہے تمہارا۔۔۔۔'' مناہل بیزاری سے گویا ہوئی۔

''وہ اپنی پہلی شادی تو اپنے خاندان میں ہی کرے گا، لکھ لو تم میری یہ بات، اور اسکے بعد تم اسکی دوسری یا تیسری بیوی بننا چاہو تو یہ الگ بات ہے۔'' ہادی کے استہزائیہ انداز پر وہ جذباتی ہوئی۔۔۔۔

''برہان ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔''

''خوش فہمیوں کی ریت پر اونچے اونچے محل مت بناؤ، اور ہو سکے تو اس موضوع پر اس سے کھل کر بات کرو، تب ہی تم کسی نتیجے پر پہنچو گی۔۔'' اس نے مناہل کو ایک نئی راہ دیکھائی تو وہ بھی کچھ الجھن کا شکار ہوئی۔

''بات تو میں کر لوں گی لیکن کیا ماموں اور ممانی مان جائیں گے۔۔؟'' مناہم کے لہجے میں کئی اندیشوں نے ایک ساتھ سر اٹھایا۔۔

''میں ان کی گارنٹی نہیں دے سکتا، کیونکہ ممی کی اسسٹنٹ شہر زاد پر فائرنگ برہان کے دادا اور باپ نے کروائی تھی اور یہ بات وہ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں، اس لیے تمہیں اپنا مقدمہ خود لڑنا ہو گا۔۔'' ہادی نے اسے کسی خوش فہمی میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے کمرے سے نکل گیا۔

''اوہ مائی گاڈ۔۔۔!!! اب کیا ہو گا۔۔۔؟؟؟؟'' مناہل کو قطعاً بھی اس سچویشن کا اندازہ نہیں تھا، اس نے وال کلاک پر ٹائم دیکھا، رات کے دو بج رہے تھے اس نے کچھ سوچ کر برہان کا نمبر ڈائل کیا، چند سیکنڈ بعد پاورڈ آف کی بیل پر وہ مایوس ہوئی۔ اس نے پریشانی سے سیل فون ایک سائیڈ پر رکھ دیا، ہادی سے اس ایک گھنٹے کی بحث کے بعد وہ جان چکی تھی کہ اسکے اور برہان کے راستے اتنے بھی آسان نہیں تھے جتنے اس نے سمجھ لیے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میر ہاؤس اس وقت تاریکی اور خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔۔۔

در شہوار کے کمرے کی جلتی لائیٹ دیکھ کر نمیرہ نہ چاہتے ہوئے بھی ادھر نکل آئی، اسے پتا تھا کہ وہ اور برہان بھائی فنکشن سے ابھی ابھی لوٹے ہیں اور وہ مزے کے قصّے سننے کے چکر میں اس کے پاس آئی تھی۔

اس نے ہلکا سا دروازہ کھول کر در شہوار کے کمرے میں جھانکا اسے دھچکا لگا۔۔۔

در شہوار کی ٹی پنک میکسی، جیولری، دوپٹہ اور ہار سنگھار کی ساری چیزیں بے دردی سے زمین پر پڑی ہوئیں اپنی بے وقعتی کا ماتم کر رہی تھیں اور وہ ڈریسنگ کے شیشے کے سامنے کھڑی گویا اپنے حواسوں میں نہیں تھی، سفید رنگ کی ٹی شرٹ اور ٹراوز میں وہ اپنے مخصوص نائیٹ ڈریس میں تھی۔

اسکی آنکھوں میں عجیب سی وحشت اور بے بسی کا ڈیرہ تھا، اس نے اپنے بازو کی پشت سے اپنے ہونٹوں کو رگڑ کر میرون کلر کی لپ اسٹک اتارنے کی کوشش کی اور سفید رنگ کی آستین پر میرون رنگ عجیب سا دیکھائی دینے لگا، اسے اس چیز سے تسلی نہیں ہوئی تو اس نے فرش پر بیدردی سے پڑے اپنی میکسی کے ساتھ کے گلابی دوپٹے کو اٹھایا اور بیدردی سے اپنا میک اپ رگڑ کر اتارنے لگی۔ نمیرہ کو جھٹکا لگا۔۔

''کیا ہو گیا ہے در شہوار، پاگل تو نہیں ہو گئی ہو۔۔۔'' نمیرہ نے بھاگ کر اسکا دوپٹہ چھینا۔۔۔

''میرا دوپٹہ واپس کرو۔۔۔'' وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

''پاگل لڑکی، اتنا قیمتی سوٹ برباد کرنا ہے کیا، دیکھو ذرا کتنے داغ لگ گئے ہیں اس پر۔۔۔'' نمیرہ نے پریشانی سے اسکا قیمتی دوپٹہ دیکھا جو اس کے سیاہ کاجل، اور آئی شیڈز کے مختلف رنگوں کے ساتھ خاصا بدنما ہو چکا تھا۔ ''کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟''

''دماغ خراب ہو گیا ہے میرا، دل کرتا ہے کہ پوری دنیا میں آگ لگا دو، کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔۔۔'' وہ اب رونے لگی۔

''برہان بھائی نے کچھ کہا ہے تمہیں۔؟ فنکشن تو ٹھیک رہا ناں، تم تو اتنی خوش خوش گئیں تھیں۔۔'' وہ پریشان ہوئی۔

''مجھے جانا ہی نہیں چاہیے تھا، خوامخواہ سے منہ اٹھا کر چلی گئی اپنی انسلٹ کروانے۔ پتا نہیں عقل کس دن آئے گی مجھے۔۔۔'' وہ اب بلند آواز میں خود کو کوس رہی تھی اور اسکی یہ لعن طعن کمرے میں داخل ہوتی طوبیٰ نے بقائمی ہوش و حواس سنی اور اسکے چہرے پر ایک زہر آلود تبسم نے انگڑائی لی۔

''تمہاری انسلٹ۔۔۔؟ کس نے کی۔۔۔؟'' اسکی بات پر نمیرہ بوکھلا گئی۔

''اپنی انسلٹ کروا کر کون بتاتا ہے۔۔؟'' طوبیٰ نے اسکا مذاق اڑایا۔

''تم کیوں میرے ہر دکھ اور ہر تکلیف پر اتنا خوش ہوتی ہو، شرم آنی چاہیے۔۔۔'' در شہوار نے اپنا غصّہ طوبیٰ پر اتارا۔

''جو انسان خود دوسروں کے لیے بُرا سوچے وہ کیسے خوش رہ سکتا ہے۔۔۔'' وہ اسکے سامنے آکر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

''کس کے لیے بُرا سوچا ہے میں نے۔۔؟ کس کے ساتھ غلط کیا ہے میں نے۔۔؟'' وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

''یہ تم بیٹھ کر جب ایمانداری کے ساتھ اپنا احتساب کرو گی تو تمہیں خود پتا چل جائے گا۔۔۔'' طوبیٰ کی صاف گوئی اس کے تن بدن میں آگ لگا گئی۔

''اٹھو تم دونوں اور ابھی اور اسی وقت نکلو میرے کمرے سے، میں تم لوگوں کی منحوس شکلیں نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔'' درشہوار نے دونوں کے بازو پکڑے اور گھسیٹتی ہوئی انہیں دروازے کی طرف لے گئی۔

''یار میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا تمہیں۔۔۔'' نمیرہ نے بوکھلا کر صفائی دینے کی کوشش کی۔

''مجھے تم میں سے کسی سے بھی بات نہیں کرنی۔۔'' درشہوار نے ان کو باقاعدہ دھکا دے کر اپنے کمرے سے نکالا۔

''اسکا تو واقعی دماغ خراب ہو گیا ہے اور عقل گھاس چرنے چلی گئی ہے، بہت اچھا ہوا اس کے ساتھ، جس نے بھی کیا۔۔'' نمیرہ کو اسکی بدتمیزی پر بے تحاشا غصّہ آیا۔ طوبیٰ اسکا ہاتھ پکڑ کر سیٹنگ روم کے صوفے کی طرف لے آئی۔

''جتنی پاگل یہ ہو رہی ہے لگتا ہے اسی ہمسایوں کے لڑکے سے بے عزتی کروا کر آئی ہے کیونکہ وہی اسے اسکی اوقات یاد دلاتا ہے۔'' طوبیٰ کی زبان پھسلی۔

''ہادی، وہ اسے کہاں ملا۔۔۔'' نمیرہ بے اختیار چونکی اور طوبیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

''کہیں بھی مل سکتا ہے یار۔۔۔'' اس نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن آج طوبیٰ کے ساتھ ساتھ درشہوار کے بھی ستارے گردش میں تھے، برہان جو کہ خود درشہوار کے کمرے سے کوئی پین کلر ڈھونڈنے کے لیے اوپر آرہے تھے، ان دونوں کی بات پر انکے قدم ساکت ہوئے۔۔

''درشہوار اور اس پڑوسیوں کے لڑکے ہادی کا کوئی چکر چل رہا ہے ناں۔؟ شک تو مجھے پہلے ہی تھا لیکن آج یقین آ گیا۔۔'' نمیرہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔

''وہ تو گھاس بھی نہیں ڈالتا درشہوار کو، یہ ہی پاگل ہو رہی ہے اس کے پیچھے، ورنہ میرے سامنے کئی دفعہ جھاڑا ہے اس نے، یاد نہیں ایک دفعہ شکایت لے کر بھی آ گیا تھا وہ۔۔۔'' طوبیٰ کی بات پر برہان کو یوں لگا جیسے کسی نے ابلتا ہوا سیسہ ان کے کانوں میں ڈال دیا ہو۔

''ایسے ہی اپنی قیمت بڑھا رہا ہو گا، ورنہ درشہوار کو کون لڑکا انکار کر سکتا ہے۔۔'' نمیرہ کو اسکی بات کا یقین نہیں آیا جبکہ

برہان کا دماغ کھولنے لگا۔

''اس چھچھوری کو عقل کرنی چاہیے جو ہر وقت اس نثار ہونے کے لیے تیار رہتی ہے، گھنٹوں اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھتی ہے اور اسکا بس نہیں چلتا کہ جا کر اس سے اپنی محبت کی بھیک مانگنے لگے۔۔۔''اس سے زیادہ سننا برہان کے بس میں نہیں تھا، وہ تیز تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلے گئے۔

''ہمیں کتنے نفلوں کا ثواب مل رہا ہے ان دونوں کو آدھی رات کو ڈسکس کر کے، چلو اٹھو، تائی امی آگئیں تو انہیں تو پہلے ہی اعتراض ہوتا ہے کہ ہم ساری رات بدروحوں کی طرح پورے گھر میں گھومتے ہیں۔۔۔''طوبیٰ اپنی بات مکمل کر کے کھڑی ہوئی۔

''ہم تو صرف گھومتے ہیں اور ان کی اپنی سگی بیٹی تو ڈریکولا بن چکی ہے، جسکا بس چلے تو ہمارا ہی خون پینا شروع کر دے، دیکھو ذرا کیسے دھکے مار کر نکال دیا کمرے سے، اب اس فضول لڑکی کو منہ لگانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔۔'' نمیرہ کا غصّہ ابھی بھی کم نہیں ہوا تھا، تبھی تو وہ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے مسلسل بولتی رہی، جبکہ طوبیٰ کے پاس اب ایک بے ضرر سی مسکراہٹ کے علاوہ کوئی اور جواب نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆

شہرزاد، میڈم عالیہ قریشی کے ڈنر سے ابھی ابھی گھر پہنچی تھی۔۔۔

اپنی گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے جیسے ہی وہ باہر نکلی، اسکی نظر لان میں اکیلے بیٹھی ہوئی سندس پر پڑی، جو کہ رشیدہ مائی کی بیٹی تھی، اس کے چہرے پر اس قدر وحشت اور اداسی تھی کہ درشہوار کے لیے اپنے قدم اٹھانا مشکل ہو گئے۔

''تم اس وقت رات کے ایک بجے یہاں بیٹھی ہوئی کیا کر رہی ہو۔۔۔''

''کچھ نہیں بی بی جی، ویسے ہی اندر دم گھٹ رہا تھا۔۔۔'' سندس نے بڑی مہارت سے اپنے آنسو خشک کیے تو شہرزاد کو حیرانگی ہوئی، جنوری کے سخت سردی کے موسم میں کسی کو اپنے سرونٹ کوارٹر میں گھٹن کا احساس بے وجہ نہیں ہو سکتا تھا، یہ بات وہ بن کہے سمجھ سکتی تھی۔

''کل جب میں آفس سے آؤں تو میرے کمرے میں آنا، اس وقت اٹھو اور جاؤ اپنے کمرے میں، باہر اچھی خاصی ٹھنڈ ہے۔'' شہرزاد اسے اٹھا کر سیٹنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلی آئی، سامنے ایکوریم کے پاس رکھے کاؤچ پر رومی لاپرواہی سے نیم دراز تھی اور اسکے ہاتھوں میں اسکا سیل فون تھا، جس پر وہ اس وقت کوئی ٹیکسٹ کرنے میں بزی تھی، شہرزاد نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی۔

''مام نے میڈیسن لی۔۔۔؟؟؟''

''نہیں۔۔۔''اسکے جواب پر وہ فکر مند ہوئی۔

''رومی، میں جانے سے پہلے کتنی دفعہ تمہیں یاد دلا کر گئی تھی کہ مام کو ٹائم پر میڈیسن ضرور دے دینا۔۔۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں نے ان سے نہیں پوچھا ہو گا۔۔؟اور اصرار کرنے پر جھاڑ نہیں کھائی ہو گی۔۔۔؟''اس نے الٹا اسے لاجواب کیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ وہ آج پھر اسٹریس کا شکار ہیں۔۔۔''وہ پریشان ہوئی۔

''یہ تو اب روز کا معمول بن چکا ہے اور میرے ساتھ تو شاید انہیں خاص پرابلم ہے، دس باتیں پوچھتی ہوں تو تب جا کر وہ کسی ایک کا ڈھنگ سے جواب دیتی ہیں، جیسے میں نے ان کا پتا نہیں کیا نقصان کر دیا ہو۔۔۔۔''رومیصہ کا موڈ بھی ٹھیک ٹھاک خراب تھا۔۔۔

''تم ٹینشن مت لو، ان کی ذہنی حالت ہی ایسی ہے۔۔''اس نے نرمی سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

''ابھی سیف الرحمن صاحب تشریف لے آئیں تو پھر دیکھنا کیسے ان کی ساری بیماری دو منٹ غائب ہو جاتی ہے۔۔''

''وہ ان سے ملنے اور بات کرنے سے انکار کر چکی ہیں۔۔۔''

''تمہارے سامنے ڈرامے بازی کر رہی ہیں، ورنہ مام اور سیف الرحمن کو چھوڑ دیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔''رومیصہ آج اپنی پرانی جون میں تھی۔

''تمہیں کیا پرابلم ہے سیف الرحمن سے۔؟کم از کم ہارون رضا سے تو ہزار گنا بہتر ہیں وہ۔۔۔''شہر زاد نے متحمل انداز میں کہا۔

''یقیناً وہ بہتر ہونگے، لیکن مجھے اب اپنے سوشل سرکل کے اس عمر کے مردوں پر تو قطعاً بھی اعتبار نہیں رہا، جو گھروں میں اپنی بیویوں کو رکھے ہوئے دوسری عورتوں سے افیئر چلا رہے ہوتے ہیں اور اس چیز پر ان کا ضمیر بھی ان کو ملامت نہیں کرتا۔۔۔''

''میں اللہ سے دعا کروں گی کہ زندگی میں تمہیں کوئی ایسا مرد نہ ملے۔۔۔''شہر زاد نے بات کو ہلکے پھلکے انداز میں نبٹانے کی کوشش کی، اور اس کے اس جملے پر رومیصہ کے چہرے پر بڑے بے ساختہ سا گلابی رنگ چھلکا۔

اس کے اسکے ذہن کے پردے پر ارسل کا چہرہ نمودار ہوا، جو کل دھڑلے سے اس کے گھر تک پہنچ گیا تھا، اور اس منظر کو یاد کرتے ہی ایک دلکش مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا، جبکہ شہر زاد کی زیرک نگاہوں نے بھی اسکے چہرے کے تاثرات کو تیزی سے پڑھا۔

''کیا ہوا۔۔؟کیا ایسا کوئی شخص ڈھونڈ لیا ہے تم نے۔۔۔؟''اس نے دانستہ لاپرواہی سے اسے چھیڑا۔

''نن نہیں تو، بھلا کہاں سے ڈھونڈوں گی۔۔۔''وہ صاف مکرتے ہوئے مزید بولی۔

''ویسے ہی تمہاری بات پر تھوڑا غور و فکر کیا تو قسم سے اپنے سوشل سرکل کا ایک بھی بندہ ذہن میں نہیں آیا۔''رومیصہ کے دل جلے انداز پر شہرزاد نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی۔

''اچھا تم چھوڑو ان باتوں کو، میں جا کر دیکھتی ہوں مام کو۔۔۔''شہرزاد مسکراتے ہوئے ٹینا بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، سامنے ٹینا بیگم چھت پر نظریں ٹکائے بالکل ساکت و جامد لیٹی ہوئی تھیں۔ان کا چہرہ اتنا سپاٹ تھا کہ اسے ایک لمحے کو خوف سا آیا، ایسا لگتا رہا تھا جیسے کوئی زندگی سے عاری وجود اسکے سامنے موجود ہو۔

شہرزاد کو دیکھ کر بھی ان کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گئی، اور ہلکا سا جھک کر ان کے ماتھے کا بوسہ لیا، ٹینا بیگم کے چہرے پر ہلکا سا تغیر رونما ہوا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ان کی یہ بیٹی محبتوں کے اظہار کے معاملے میں بالکل کوڑی ہے اور رومیصہ تو اپنی بڑی بہن کے لیے اکثر مشین یا روبوٹ کا لفظ استعمال کرتی تھی۔

''مام کیسی ہیں آپ۔۔؟ آپکو پتا ہے، پی سی میں ویک اینڈ پر ایک فیشن ویک اسٹارٹ ہو رہا ہے۔۔۔''شہرزاد نے دانستہ اپنے لہجے کو ہلکا پھلکا رکھا۔ ٹینا بیگم اسکی بات پر پھیکے سے انداز میں ہلکا سا مسکرائیں۔

شہرزاد نے ان سے ہلکی پھلکی سی روٹین کی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ان کی میڈیکل فائل اٹھائی اور پھر میڈیسن پر سرسری سی نگاہ ڈال کر لاپرواہی سے پوچھا۔

''رات کی ڈوز نہیں لی ناں آپ نے۔؟ میرا انتظار کر رہی ہونگیں، پتا ہے مجھے۔۔۔''شہرزاد نے بڑی محبت سے ان کی میڈیسن انکی طرف بڑھائی۔

''میرا دل نہیں کر رہا۔۔''انہوں نے نظریں چرا کر آہستگی سے کہا۔۔

''آپ سے ہمیشہ میں نے ایک چیز سیکھی ہے کہ زندگی کے زیادہ فیصلے دل سے نہیں دماغ سے کرنے چاہیے۔ہے ناں۔۔۔؟''اس نے ماں کو بولنے کے لیے اکسایا، جس کا خاصا مثبت نتیجہ نکلا تھا۔

''فیصلہ چاہے دل کا ہو یا دماغ کا، جو خواری قسمت میں لکھی ہو، انسان اس سے نہیں بچ سکتا۔۔۔''وہ افسردگی سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''اگر خواری ہی کاٹنی ہے تو پھر مزے سے کاٹنی چاہیے مام، چلیں اٹھیں اور فٹافٹ کھائیں میڈیسن۔۔۔''وہ بڑی مہارت سے ان کو ایک ایک کر کے سب دوائیاں کھلاتی گئی۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ اچھی کاصی گپ شپ لگا کر ٹینا بیگم کے پاس سے اٹھنے لگی تو انہوں نے بے اختیار اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

اس نے حیرانگی سے اپنی ماں کا زرد چہرہ دیکھا۔۔۔"کیا ہوا مام۔۔۔؟"

"شیری، تم دنیا کی سب سے بیسٹ بیٹی ہو۔۔۔"ٹینا بیگم کے لہجے میں موجود محبت کو محسوس کر کے اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔

"شاید اس لیے کہ میں دنیا کی سب بیسٹ مام کی اولاد ہوں۔۔۔!!!"اس نے محبت سے ان کا ہاتھ دبایا۔

"میں اچھی ماں ہوتی تو رومی کے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔۔۔"ان کا دماغ اسی ایک پوائنٹ پر آ کر رک گیا تھا۔ شہر زاد نے انکی آنکھ کے کونے پر اٹکے ہوئے آنسو سے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"اگر رومی کی قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا تو میں یا آپ مل کر بھی اسے نہیں بچا سکتے تھے، اس لیے جو ہونا تھا اسے بھول جائیں اور نیکسٹ کے لیے دیکھیں، کیونکہ ہم دونوں کو آپ کی ضرورت ہے۔۔۔"اس کا لہجہ محبت سے بھرپور تھا۔

"میں پوری کوشش کروں گی۔۔۔"وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائیں۔۔۔

"تھینک یو۔۔ ہاں انکل سیفی سے بات کر لیجئے گا، بہت اپ سیٹ ہیں وہ آپکے لیے۔۔۔۔"شہر زاد دروازے کی طرف جاتے ہوئے لاپرواہی سے گویا ہوئی اور اسکی بات پر ٹینا بیگم کے چہرے پر نمودار ہونے والی مسکراہٹ ایک پل کو غائب ہوئی اور اسکی جگہ تشکر نے لے لی تھی، وہ جانتی تھیں کہ شہر زاد کا دل بہت بڑا ہے اور وہ اپنی ماں کو انسان ہونے کا کافی مارجن دیتی تھی، ورنہ ایسی کسی بات کی توقع وہ رومیصہ سے تو ہرگز نہیں کر سکتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

برہان کا دماغ اس وقت کھولن کی زد میں تھا۔۔۔

شدید ٹھنڈ کے موسم میں بھی وہ رات کے اس پہر اپنے گھر کے سامنے والے لان میں مسلسل ٹہل رہے تھے۔ ٹہلتے ہوئے وہ ہادی کے گھر کی طرف غصّے سے نگاہ اٹھا کر دیکھتے اور اس کے ساتھ ہی ان کے وجود میں اٹھتا لاوہ پھٹنے کو تیار ہو جاتا۔

"طوبی اور نمیرہ کی باتوں نے انہیں گویا آسمان سے زمین پر لا پٹخا، انہیں درشہوار کا مناہل کے فنکشن میں اصرار کر کے جانا اور بار بار مناہل سے شادی کے لیے اکسانے کے پیچھے موجود اصل وجہ سمجھ آ گئی تھی، جو خاصی تلخ اور دل دکھا دینے والی تھی۔

میر برہان اور انکی بہن درشہوار ایک ہی کشتی کے مسافر تھے لیکن برہان کی خاندانی روایات اور نام نہاد غیرت اپنی بہن کے معاملے میں ان کو اپنا ظرف بڑا کرنے کی اجازت قطعاً نہیں دے رہی تھیں تبھی تو وہ اس وقت آگ بگولہ ہوئے گھوم رہے تھے، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ درشہوار کے کمرے میں گھس کر اسکا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیتے یا اسکی گردن تو ضرور ہی مڑوڑ دیتے۔

"واہ میر برہان واہ، اپنے لیے زندگی کے اصول الگ اور بہن کے لیے علیحدہ۔۔۔"ان کے اندر موجود ضمیر نامی چیز استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

''ہاں ہاں، میں اپنے خاندان کی کسی عورت کو اپنی روایات سے بغاوت کی اجازت نہیں دے سکتا، میں بے شک یورپ سے پڑھ کر آیا ہوں لیکن داجی بالکل ٹھیک کہتے ہیں ہماری کوئی مشرقی اور خاندانی روایات بھی ہیں۔۔۔''انہوں نے ضمیر کو پٹخا مار کر گرانے کی کوشش کی۔

اپنے کمرے کے ٹیرس میں کھڑی انابیہ نے یہ منظر انتہائی دکھی انداز سے دیکھا،اسے میر برہان کی پریشانی، بے بسی اور افسردگی کے پیچھے بس مناہل قریشی کا ہی چہرہ نظر آ رہا تھا۔ جو اسے باقی رات کے لیے دکھی کرنے کے لیے کافی تھا جبکہ برہان کا سوچتے سوچتے دماغ شل ہو گیا تو وہ فیصلہ کن انداز میں کھڑے ہوئے۔

''مجھے امی سے بات کرنی چاہیے، کیونکہ ہمارا خاندان ایسے کسی اسکینڈل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔۔''وہ تیز تیز قدموں سے لان کو عبور کر کے گھر کے اندر داخل ہوئے، جس وقت وہ تاجدار بیگم کے کمرے کا دروازہ ناک کر رہے تھے اس وقت میر ہاؤس کے ہال کمرے میں لگے گھڑیال پر ڈھائی بجے کا وقت تھا۔

''برہان تم۔۔؟ خیریت تو ہے ناں بیٹا۔۔''تاجدار بیگم اسے سامنے دیکھ کر بوکھلا گئیں،ان کی آنکھوں کی نیند ایک جھٹکے سے غائب ہوئی۔

''مجھے آپ سے انتہائی ضروری بات کرنی ہے ابھی اور اسی وقت۔۔۔''برہان جانتے تھے کہ میر محتشم اس وقت اسلام آباد والے گھر میں ہیں،اسی لیے وہ بے دھڑک ماں کے کمرے کی طرف چلے آئے۔

''سب ٹھیک تو ہے ناں۔۔۔؟''وہ پریشانی سے ان کا بازو پکڑ کر اپنے بیڈ کے پاس لے آئیں،ان کا دل انہونی کے خیال سے کانپنے لگا۔۔

''امّی جو بات میں آپ کو بتا رہا ہوں، یہ آپ کے اور میرے بیچ رہنی چاہیے، وعدہ کریں مجھ سے۔۔؟''

''ہاں ہاں بولو۔۔کیوں پہلیاں بجھوا رہے ہو۔۔؟''انہوں نے خوفزدہ انداز میں اپنے بیٹے کی طرف دیکھا، اتنا تو انہیں بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رات کے اس پہر وہ کوئی بم پھوڑنے ہی آئے ہیں۔

''بولو ناں برہان، چپ کیوں ہو۔۔؟''انہیں شش و پنج میں مبتلا دیکھ کر وہ جھنجھلا گئیں تو انہوں نے دل کڑا کر کے اپنا منہ کھول ہی لیا۔ وہ آہستگی سے انہیں در شہوار اور ہادی کے بارے میں سب بتاتے چلے گئے۔

جیسے سنتے ہی تاجدار بیگم کا چہرہ بھی انڈے کی زردی کی مانند گہرا پیلا ہو گیا،وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ بمشکل انداز میں بیڈ پر بیٹھیں، ابھی تو شاہ میر کی لائی ہوئی قیامت کو وہ اپنے اوپر جھیل رہی تھیں اور اب در شہوار کے تازہ ترین کارنامے نے ان کو دہلا دیا تھا۔

''اوہ میرے خدایا، یہ میری اولاد کا باجماعت دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے، یہ سب مجھے اباجی کی نظروں میں ذلیل کر کے ہی رہے گی، اس درشہوار کی تو میں ابھی جا کر طبعیت درست کرتی ہوں۔'' وہ جذباتی انداز میں کھڑی ہوئیں۔

''امّی خوامخواہ کی جذباتیت سے مسئلہ مت بگاڑیں، تھوڑا تحمل سے کام لیں، یہی سب کچھ کرنا ہوتا تو میں آپ سے بہتر کر سکتا تھا۔۔'' برہان نے جھنجھلا کر اپنی ماں کا ہاتھ پکڑا اور انہیں بیڈ پر دوبارہ بیٹھایا۔

''میرا تو ذہن ہی کام نہیں کر رہا، اس بے وقوف لڑکی کو نہیں پتا، ہمارے ہاں عورتیں تو دُور کی بات مردوں کی شادیاں بھی خاندان سے باہر نہیں کی جاتیں، بھول گئی وہ ماضی کا تلخ قصّہ، آدھا گاؤں جل مرا تھا جس میں۔۔'' وہ تلخ انداز سے گویا ہوئیں۔

''آپ درشہوار کی ضدی طبعیت کو اچھی طرح سے جانتی ہیں، اسے جس کام سے منع کیا جائے، وہ کرنا تو اس پر گویا فرض ہو جاتا ہے، اس لیے میرے خیال میں ہمیں عقلمندی سے اس سارے معاملے کو ہینڈل کرنا ہو گا۔۔'' برہان نے اپنی ماں کو ایک نئی راہ دیکھائی۔

''اور وہ طریقہ بھی اب تم ہی بتا دو، کیونکہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔۔

''مجھے تو داجی سولی چڑھا ہی رہے ہیں، ساتھ میں یہ قصّہ بھی نبٹا دیں۔۔'' ایک تلخ مسکراہٹ نے ان کے لبوں کا احاطہ کیا۔

''وہ کیسے، کھل کر بتاؤ بیٹا، میرا تو اس وقت دماغ ہی کام نہیں کر رہا۔۔؟'' انہیں اپنی ماں پر بُری طرح سے ترس آیا، جنہوں نے ایک اچھی بہو بننے کے لیے

ساری زندگی داؤ پر لگا دی تھی لیکن اب ان کی اپنی ہی اولاد ان کی ساری عمر کی عزت کو داؤ پر لگانے کے لیے تلی بیٹھی تھی۔

''درشہوار اور ارسل کا نکاح کر دیں، بلکہ میری مانیں ڈاریکٹ رخصتی بھی کر دیں، کیونکہ ارسل کی ڈگری مکمل ہونے والی ہے اور بابا نے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اسکی جاب کے لیے بات بھی کر لی ہے۔۔'' ان کے مشورے پر تاجدار بیگم کے چہرے پر تھوڑی سکون کی کیفیت پیدا ہوئی۔

''لیکن ارسل کے لیے تو ندرت، طوبیٰ کا سوچے بیٹھی ہے۔۔'' وہ پریشان ہوئیں۔۔

''طوبیٰ کی بعد میں دیکھی جائے گی پہلے آپ اپنے گھر میں لگی ہوئی آگ تو بجھا لیں، فوراً بات کریں داجی کے ساتھ، میری مانیں بالکل بھی وقت ضائع نہ کریں، ورنہ بہت مشکل ہو جائے گی۔۔۔'' برہان کی لہجے کی سنگینی نے ان کو ایک بار پھر دہلا دیا۔

ان کا ذہن تیزی سے تانے بانے بننے لگا، خاندانی سیاست اور جوڑ توڑ میں ان کا دماغ ویسے ہی بہت تیز چلتا تھا اور اسکا بات کا اعتراف تو پورا خاندان کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ برہان کو یہ تسلی تھی کہ اسکی والدہ یقیناً بہت جلد اس مسئلے کا حل نکال لیں گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

کافی کا مگ لیے شہر زاد کھڑکی کے پاس اپنی مخصوص جگہ پر آن کھڑی ہوئی۔

اس کے سیل فون کی مترنم گھنٹی بجی اور اسکے ساتھ ہی اسکے دل نے بے ربط انداز میں دھڑک کر گواہی دی کہ اس وقت اسکے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ شہر زاد نے مسکراتے ہوئے سیل فون کی کال اٹینڈ کی۔

''آج آپ بتا ہی دیں، کب تک یہ آنکھ مچولی کا کھیل جاری رکھیں گے میرے ساتھ۔۔۔؟''اس نے طنز کیا۔

''جب تک آپ میرے رقیبوں کے ساتھ گھومنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا بند نہیں کریں گی۔۔۔''دوسری طرف ہم زاد بھی غیر سنجیدہ تھا۔

''آپ کو یہ کیوں لگتا ہے کہ ساری دنیا بس میرے ہی پیچھے ہے۔۔۔''وہ مسکرائی۔

''تم ساری دنیا کو چھوڑو، یہ مسز قریشی کا بیٹا، آج کس چکر میں اتنا جڑ کر بیٹھا ہوا تھا تمہارے ساتھ۔۔؟''اسکے دل جلے انداز پر وہ بے ساختہ ہنسی۔ وہ کبھی اسے انتہائی احترام سے ''آپ'' کہہ کر اور کبھی بے تکلفی کی ساری حدیں عبور کر کے ڈاریکٹ ''تم'' پر اتر آتا۔

''آپ بھی تو وہیں موجود تھے ناں، آپ وہاں آکر بیٹھ جاتے، کس نے منع کیا تھا۔۔''وہ شرارتی انداز میں گویا ہوئی۔

''جس دن میں بیٹھ گیا ناں تمہارے پاس، ساری زندگی کے لیے اٹھنا بھول جاؤ گی۔۔۔''اسکے ذو معنی انداز پر شہر زاد کی دھڑکن تھمی۔

''اور میں جانتی ہوں، وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔۔۔۔''اس نے مسکرا کر اطلاع دینے کے انداز میں کہا۔

''وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔۔؟''وہ ہلکا سا بے چین ہوا۔

''نہ آپ میں اتنی ہمت ہو گی کہ اپنی نقاب کشائی کر سکیں اور نہ آپ زندگی میں کبھی میرے سامنے بیٹھنے کی جرائت کر سکیں گے، اس لیے معاملہ بیچ میں ہی اٹکا رہے گا، ویسے حد ہوتی ہے بزدلی کی بھی۔۔۔''وہ سراسر اسے اکسا رہی تھی اور دوسری طرف وہ اسکی بات کے اندر چھپے مفہوم کو سمجھ کر ہنسا۔

اسی وقت ہم زاد کے بیڈ روم کا دروازہ کھلا اور سیل فون کے ریسیور سے آتی ہوئی ایک اور مردانہ بھاری آواز پر شہر زاد کے کان کھڑے ہوئے، کوئی اسکے بہت قریب آکر انگلش میں بولا تھا۔۔۔

''بیٹا، یہ ٹکٹس ہیں اور صبح چھ بجے چیک ان شروع ہو جائے گا، ائیر پورٹ ٹائم سے پہنچنا ہے، اس لیے ٹائم سے سو جانا۔۔۔''

''ابی، چیک ان کو چھوڑیئے، میرا تازہ ترین غم سنیے، آپکا دل بھی دہل جائے گا۔۔۔''وہ شرارت سے اسے سنانے کو بلند آواز میں گویا ہوا۔

''فون پر بات کر رہے ہو تم۔۔'' انہوں نے تصدیق چاہی۔۔

''جی ہاں، اور پتا ہے فون کے دوسری طرف موجود لڑکی آپکے بیٹے کو بزدل اور کم ہمت کہہ رہی ہے۔۔۔'' اس نے اپنے باپ کو بھڑکانے کی کوشش کی۔

''اور وہ لڑکی شہر زاد کے علاوہ کوئی اور ہو نہیں سکتی۔۔'' اس مردانہ جملے پر وہ ساکت ہوئی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہم زاد کے خاندان کا کوئی اور فرد بھی اسے جانتا ہو گا۔ کافی کے مگ پر اس کی انگلیاں مضبوط ہوئیں۔ جب کہ اس کا رواں رواں مجسم سماعت بن گیا۔

''میں اس کے علاوہ اور کس سے بات کرتا ہوں۔؟ ابی کیوں مشکوک کر رہے ہیں آپ اسے میری طرف سے۔۔۔'' وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا جبکہ شہر زاد خود کو ایک عجیب سی سچوئشن میں پھنسا ہوا محسوس کر رہی تھی۔۔

''اچھا نالائق انسان، میری بات کرواؤ اس سے۔۔۔'' دوسری طرف سے آنے والی فرمائش پر شہر زاد کا دل بُری طرح سے دھڑکا۔

''بات کرو گی میرے فادر سے۔۔۔۔؟'' وہ اب اس سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔۔۔!!!'' یہ سنہری موقع وہ کیسے ہاتھ سے جانے دیتی۔۔

''یہ لیں ابی، پلیز میری شکایتیں مت لگایئے گا۔ ایسا نہ ہو وہ پھر مجھ سے ڈر کر دوبارہ لندن بھاگ جائے۔۔۔'' اس نے فون ان کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے نصیحت کی۔

''ہیلو بیٹا، ہاؤ آر یو، اس نالائق کی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں، اسے شروع ہی سے ڈرامے بازی کرنے کی عادت ہے۔۔'' وہ امریکن انگلش لہجے میں اسکے ساتھ بہت پیار اور اپنائیت سے گویا ہوئے۔۔

''ڈونٹ وؤری انکل، بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں میں بھی۔۔'' اس نے بھی جواباً انگلش میں ہی جواب دیا۔

''تم مجھے ابی کہو گی تو اچھا لگے گا مجھے۔۔۔'' انکی اگلی فرمائش اردو میں آئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ مسکرا دی۔۔

''کیسے ہیں آپ۔۔۔؟ اور کیا چل رہا ہے آجکل۔۔۔؟'' اس نے فوراً ہی پوچھا۔

''لائف الحمد اللہ بہت اسٹیبل ہے، کل میں اور یہ نالائق جا رہے ہیں امریکہ، شاید اس نے بتایا ہو تمہیں۔۔۔'' انکی اس اطلاع پر اسکا دل یکبارگی دھڑکا۔

''نہیں، میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔'' وہ زبردستی مسکرائی۔

''آپ تو زیادہ ہی فری ہو رہے ہیں، فٹافٹ فون دیں میرا اور جا کر سو جائیں۔۔۔ گڈ نائیٹ۔۔۔'' وہ ان سے اپنا فون واپس

لے چکا تھا۔

''او کے بیٹا، گڈ نائیٹ، الارم لگا لینا، ورنہ فلائیٹ نکل جائے گی۔۔۔'' وہ کمرے سے نکلتے نکلتے بولے۔۔

''کیوں، ڈر گئے، کہیں آپکی اصلیت نہ بتا دیں مجھے۔۔۔'' شہر زاد نے اسے چھیڑا۔۔۔

''تم پوچھ لیتیں تو وہ کبھی جھوٹ نہ بولتے۔۔۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔۔

''اچھا تو پھر دوبارہ بات کروائیں میری۔۔۔'' وہ بے تاب ہوئی۔۔

''کیوں، میں صبح و شام گھاس کھاتا ہوں کیا۔؟ اتنا پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے۔۔۔'' اس کا لہجہ شوخی سے لبریز تھا اس لیے اس نے بات ہی پلٹ دی۔

''اچھا پھر اپنی ممی سے بات کروا دیں۔۔؟'' اسکی بھی نئی شرارت سوجھی۔

''ضرور کروا دیتا، اگر وہ قبرستان میں دائمی نیند نہ سو رہی ہوتیں۔۔۔''

''اوہ سوری۔۔۔ مجھے پتا نہیں تھا۔۔۔''

''اٹس او کے، ڈونٹ ووری۔۔۔۔''

''اور بہن بھائی۔۔۔؟؟؟'' اس نے محتاط انداز میں پوچھا۔

''ایک چھوٹا بھائی کراچی میں پوسٹڈ ہے ان دنوں اور سب سے چھوٹی بہن اسپیشلائزیشن کرنے امریکہ گئی ہوئی ہے۔'' اس نے پہلی دفعہ اپنی فیملی کے بارے میں اتنی ڈیٹیل سے کھل کر بتایا تھا۔

''اور آپ کیا کرتے ہیں۔۔۔؟'' وہ شرارتی انداز میں گویا ہوئی۔

''ایک معصوم سی پیاری سی لڑکی سے محبت کرتا ہوں اور دن رات اسکی جھاڑ کھاتا ہوں، اتنے سالوں سے اسے پٹانے کی کوشش کر رہا ہوں، لیکن افسوس وہ مجھے گھاس ہی نہیں ڈال رہی، دیکھا میں کتنا مشکل کام کرتا ہوں۔۔۔۔۔'' وہ پھر پٹڑی سے اترا۔

''آپ سے تو بات کرنا ہی بے کار ہے، انتہائی فضول انسان ہیں آپ۔۔۔'' دوسری طرف موجود شہر زاد اسکی غیر سنجیدگی پر تپ گئی، اس نے غصّے سے فون بند کیا اور اگلے ہی تیس سیکنڈ کے بعد اسکی کال دوبارہ آنے لگی، اس بار شہر زاد نے فون ہی پاورڈ آف کر دیا۔

''میں ہی پاگل ہوں، جو اتنے عرصے سے اسکے ہاتھوں بے وقوف بن رہی ہوں، اگر کسی کو پتا چل جائے تو یقیناً میری عقل پر ماتم ہی کرے۔۔۔'' وہ غصے سے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

''آخر مجھے اس سے بات کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، جو بندہ اپنی شناخت چھپا سکتا ہے وہ کیسے قابل اعتبار ہو سکتا ہے

۔۔'' ایک اور سوچ نے اس کے دماغ کا احاطہ کیا، اس نے خود کو کوسنا چھوڑا اور اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا، اسکا ارادہ سنجیدگی سے اب کچھ کام کرنے کا تھا۔

اسی وقت ملازمہ ہلکا سا دروازہ کھٹکٹا کر اندر داخل ہوئی، اسکے ہاتھ میں کارڈلیس فون دیکھتے ہی وہ سمجھ گئی کہ دوسری طرف ہم زاد کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس نے یقیناً اسکا سیل فون آف دیکھ کر اسکے گھر کے نمبر پر کال کرلی تھی۔۔

''بی بی جی کال ہے آپ کی۔۔۔'' ملازمہ نے اسکی طرف کارڈلیس پکڑایا جو اسے نہ چاہتے ہوئے بھی پکڑنا پڑا۔

''اچھا جاؤ تم۔۔۔'' اسکی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

ملازمہ کے کمرے سے نکلتے ہی وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑتے ہی ناراضگی سے شروع ہو گئی۔ ''ہزار دفعہ میں نے آپ سے کہا ہے ،گھر کے نمبر پر کال مت کیا کریں مجھے، لیکن آپکو یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی، کیوں ہاتھ منہ دھو کر پیچھے پڑ گئے ہیں میرے۔۔؟''

''آئی ایم سوری، شیری یہ میں ہوں ارتضیٰ حیدر۔۔۔!!!''

ریسیور کے اندر سے نکلنے والی ارتضیٰ کی آواز سن کر اسے لگا جیسے کسی نے فریج سے ٹھنڈے یخ پانی کی بوتل نکال کر اسکے اوپر الٹ دی ہو۔ اس کے ہونٹوں پر ایلفی سی جم گئی اور کانوں میں شائیں شائیں کا شور بڑھ گیا۔۔

''اس سے پہلے تو آپ نے مجھے کبھی گھر کے نمبر پر کال کرنے سے منع نہیں کیا۔۔'' اسکی خفت زدہ آواز سن کر شہر زاد کا شدت سے دل چاہا کہ وہ جا کر اس کے منہ پر مضبوطی سے اپنے دونوں ہاتھ رکھ دے، اسکا ایک ایک لفظ اسے شرمندگی کی گہری دلدل میں دھکیل رہا تھا۔۔

''اوہ آئی ایم سوری، میں کوئی اور سمجھی تھی۔۔۔!!!'' اس نے پوری طاقت لگا کر چند لفظ بولے۔

''اگر آپ کو کوئی تنگ کر رہا ہے تو مجھے بتائیں، یہ تو کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے، دو دن میں حل ہو جائے گا۔۔۔'' دوسری طرف موجود ارتضیٰ بھی سمجھ چکا تھا کہ اسے جھاڑ کسی اور کی غلط فہمی کے نتیجے میں پڑی ہے، لیکن اس غلط فہمی نے اس کے سارے حواس چوکس کر دیئے تھے۔

''اٹس اوکے ارتضیٰ، آپ نے خیریت سے اس وقت کال کی۔۔۔؟'' اس نے جان بوجھ کر موضوع گفتگو بدلا لیکن اسکا ماتھا عرق انفعال سے تر تھا اور اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً فون بند کر دے لیکن یہ اس سے بھی بڑھ کر بد تہذیبی ہوتی۔۔۔

''صبح رومیصہ کی پیشی ہے اور میں چاہتا ہوں آپ کچھ پوائنٹس انہیں راستے میں اچھی طرح سے سمجھا دیں۔ میں نے آپ کو ابھی ایک ای میل کی ہے، آپ ٹائم نکال کر اسے چیک کر لیجئے گا۔۔۔'' وہ بڑے مہذب انداز میں اسے بتا رہا تھا۔

''جی تھینک یو، میں ابھی دیکھ لیتی ہوں، صبح انشاء اللہ بات ہو گی۔۔۔''

اس نے جیسے ہی فون بند کیا، کارڈلیس کی گھنٹی ایک دفعہ پھر بج اٹھی۔ اس دفعہ اس نے ذرا محتاط انداز میں ہیلو کہا۔

''اس طرح خفا ہو کر فون بند کرو گی تو ساری رات سو نہیں پاؤں گا۔۔''ہم زاد کا مخصوص لہجہ سن کر اسکے حلق سے ایک لمبی سانس بر آمد ہوئی۔

''اور اتنی لمبی لمبی سانسیں لو گی تو اسلام آباد کا موسم مزید سرد ہو جائے گا۔۔''

''آپ کو پتا ہے اس وقت کیا ہوا ہے۔۔؟''وہ ناراضگی سے گویا ہوئی۔

''آپکے فون کال سے پہلے ارتضی کی کال آئی تھی اور میں نے آپکے چکر میں اسے بیچارے کو بُری طرح سے جھاڑ دیا اور بعد میں پتا چلا وہ آپ نہیں تھے۔۔''

دیٹس گریٹ۔۔۔!!!''اسکی بات سن کر وہ بے ساختہ ہنسا۔

''گندی گندی گالیاں دی تھیں ناں اس خبیث کو۔؟ پولیس یونیفارم پہن کر خود کو دبنگ والا ہیرو سلمان خان ہی سمجھنے لگتا ہے گدھا۔۔''اسکی شوخی آج عروج پر تھی۔

''کیا چیز ہیں آپ۔۔۔''وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی باتوں پر ہنس پڑی۔۔

''تھینک یو، آج رات بہت سکون کی نیند آئے گی مجھے، بس آپ یونہی میرے رقیبوں کو جھاڑتی رہا کریں، اب اجازت دیں، ٹیک کیئر، بائے۔۔۔''وہ فون بند کر چکا تھا، شہر زاد نے بھی اپنی فائل اٹھائی اور اس پر نیکسٹ پیشی کے نوٹس لکھنے لگی۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''ہادی یار، بات تو خاصی پیچیدہ ہے یہ۔۔۔''سعد نے محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

''پیچیدہ ہی نہیں باعث رسوائی بھی۔۔۔''ہادی نے اپنا شل ہوتا ہوا دماغ سنبھالتے ہوئے سعد کی طرف دیکھا، وہ دونوں دوست اس وقت مال روڈ کے ایک ریسٹورنٹ میں موجود تھے اور ان کے سامنے رکھی آئس کریم کافی حد تک پگھل چکی تھی۔۔

ہادی جب سے مری واپس آیا تھا۔ اس وقت سے شدید قسم کی ٹینشن کا شکار تھا، مناہل کی خود سری نے اسکے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے تھے اور اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ وہ ضدی لڑکی جس چیز کے لیے اڑ جاتی، اسے حاصل کر کے ہی دم لیتی تھی۔

اس نے کافی غور و فکر کے بعد سعد سے یہ بات شئیر کرنے کا فیصلہ کر لیا، اور اسی لیے اسے لے کر یہاں آیا تھا، راستے میں آتے ہوئے وہ اسے کافی تفصیل سے مناہل اور برہان کا قصّہ سنا چکا تھا۔

''میرے خیال میں تمہیں فوراً آنٹی سے بات کر لینی چاہیے۔۔۔''سعد نے سنجیدگی سے اسے مشورہ دیا۔

''لیکن اس سے پہلے میں میر برہان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔۔''ہادی کی بات پر وہ چونکا۔

''میرے خیال میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا، کیونکہ جب کوئی لڑکی اس حد تک خودسری اور ضد پر اتر آئے تو یقینا اس کے پیچھے کسی مرد کی دی ہوئی شہہ ہی ہوتی ہے۔۔''سعد نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

''تمہارے خیال میں میر برہان سیریس ہے اس کے لیے۔۔؟''اس نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

''اس کے سیریس ہونے سے کچھ نہیں ہو گا کیونکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ لوگ خاندان سے باہر شادیاں نہیں کرتے اور اگر کر بھی لیں تو انہیں وہ عزت اور اہمیت نہیں دیتے جو ایک عورت کا بیوی بننے کے بعد حق ہوتی ہے۔۔''

''ہاں میر خاقان علی کے چٹ پٹے قصے کون نہیں جانتا، سوائے میری بے وقوف بہن کے۔۔''ہادی نے طنزیہ انداز میں لقمہ دیا۔۔

''تمہیں یہ بات تفصیل سے بتانی چاہیے مناہل کو۔۔''

''وہ کچھ سننے کو تیار بھی تو ہو، برہان نے اسکا دماغ کافی خراب کر رکھا ہے، اسے میر فیملی کی غلط ریپوٹیشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔''وہ خاصا تپا ہوا تھا۔

''مجھے لگتا ہے یہ ساری برہان کی، کی ہوئی برین واشنگ ہے، بلکہ پورا خاندان ہی اس کام میں ماہر ہے، اب اسکی بہن کو ہی دیکھ لو، کتنی کوشش کی اس نے تمہاری توجہ حاصل کرنے کی۔۔''سعد نے سنجیدگی سے تبصرہ کیا۔

''حالانکہ اس سے بھی آدھی کوشش تمہارے لیے کرتی تو اب تک تم دونوں بھاگ کر شادی کر چکے ہوتے۔۔''ہادی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''بکواس بند کرو، میرا دماغ سیٹ ہو چکا ہے اب، اور ویسے بھی مجھے اتنی منہ زور لڑکیاں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔۔''وہ پہلی دفعہ اتنا کھل کر بولا۔

''تو صاف صاف کہوناں اسکے خاندان کے ساتھ کوئی پنگا افورڈ نہیں کر سکتے۔۔''ہادی نے اسے چھیڑا۔

''اتنے بھی پھنے خان نہیں ہیں وہ، اور شاید ان کا مقابلہ کر بھی لیتا، لیکن سچ پوچھو تو در شہوار کی خودسری اور بے باکی نے دل کھٹا کر دیا ہے میرا، اور ویسے بھی اسکے تمام تر نیک جذبات اب صرف تمہارے لیے ہیں تو میں پھر اس دیوار سے سر کیوں پھوڑوں ۔۔۔''سعد کے لہجے کی سچائی گواہ تھی کہ اسے عقل آچکی ہے۔

''اسکا مطلب ہے کہ میں تمہاری طرف سے انکار سمجھوں۔۔۔؟''ہادی ہنوز شرارتی موڈ میں تھا۔۔

''ہاں۔اگر تم اس کے ساتھ بھاگنا چاہو تو میں اس کا انتظام کروا سکتا ہوں۔۔''سعد نے بھی اپنا حساب پورا کرنے کی کوشش کی

''شٹ اپ۔۔۔!!!'' اس نے بُرا سامنہ بنایا۔

''یقین مانو میر خاندان سے بدلہ لینے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے یا گر میر برہان نے مناہل کے ساتھ کوئی زیادتی کرنے کی کوشش کی تو شطرنج کا یہ مہرہ کھیل کر تم اس خاندان کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہو۔۔۔'' سعد نے اسے ایک نئی پٹی پڑھانے کی کوشش کی۔

''یہ دیکھو۔۔۔!!!'' ہادی نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے۔

'' ابھی اتنا بُرا وقت نہیں آیا مجھ پر کہ میں کسی عورت کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاؤں، اگر ایسا کوئی موقع آیا بھی تو میں خود سینہ تان کر ان کے سامنے جا سکتا ہوں۔۔۔۔'' اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

''ہاں ایک بہادر ماں کے بیٹے کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔۔'' سعد اسکی طرف دیکھ کر ہنسا۔

''چل اب اٹھ یہاں سے، سردی میری رگوں میں گھسی جا رہی ہے۔۔۔'' ہادی اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ گھسا کر کھڑا ہوا۔ وہ دونوں لمبی واک کرتے ہوئے جب مال روڈ سے نکلے تو سعد چلتے چلتے چونکا۔

''شاہ میر کا اس لڑکی کے ساتھ کوئی چکر چل رہا ہے کیا۔۔۔؟''

کے ایف سی کے عین سامنے کھڑے شاہ میر اور طوبیٰ کو دیکھ کر سعد نے سرگوشی کے انداز میں تبصرہ کیا تو وہ تپ اٹھا۔ ''اس خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو بھی لگتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے، اب اس سے سلام دعا کرنے مت کھڑے ہو جانا، بس آنکھ بچا کر نکل جاؤ۔۔۔''

ہادی اور سعد دونوں کمال کی اداکاری کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے، دوسری طرف شاہ میر بڑی دلچسپ اور شرارتی نگاہوں سے طوبیٰ کی طرف دیکھ رہا تھا، جو اس کے دیکھنے پر تھوڑا پزل ہو رہی تھی۔

''قسم سے طوبیٰ، اس رومینس کا مزا لینے کے لیے تو مجھے کافی عرصہ پہلے ہی گھر چھوڑ دینا چاہیے تھا۔۔۔'' شاہ میر نے ڈسپوزیبل گلاس میں اسٹرا گھماتے ہوئے طوبیٰ کو جان بوجھ کر چھیڑا۔ وہ دونوں آج سب سے نظر بچا کر یہاں اکھٹے تھے۔

''آج تو آگئی ہوں، دوبارہ ہرگز نہیں آؤں گی۔۔۔'' طوبیٰ نے اسے صاف ہری جھنڈی دیکھائی۔

''یہ تو وقت آنے پر ہی پتا چلے گا جناب، ویسے بھی اپنی محبت پر اتنا یقین ہے مجھے کہ کچے دھاگے سے چلے آئیں گے سرکار بندھے۔۔۔'' وہ شوخی سے گویا ہوا۔

''تمہاری فضول باتیں ختم ہو گئی ہوں تو کیپٹن صاحب، مجھے گھر چھوڑ آئیں، داجی آگئے تو آپکا تو پتا نہیں، میرا کورٹ مارشل ضرور ہو جائے گا۔'' طوبیٰ نے اپنے

ہاتھ میں پکڑا ڈسپوزیبل گلاس ڈسٹ بن میں اچھالا تو شاہ میر نے بھی رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا، شام کے پانچ بج رہے تھے اور اس سے زیادہ باہر رہنا دونوں کے لیے خطرناک تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

''غضب خدا کا پورے میر ہاؤس کا حلیہ بگڑ چکا ہے۔۔۔!!!

میر حاکم ٹہلتے ٹہلتے رکے اور مزید گویا ہوئے۔

''جس کو دیکھو ہر کوئی اپنا اپنا قبلہ بنائے بیٹھے ہیں آجکل۔۔۔''

بہت دن بعد آج میر حاکم کے سامنے تاجدار بیگم کی پیشی تھی، اور وہ جو شاہ میر کو گھر سے نکالے جانے پر احتجاجاً سب کا واک آؤٹ کر کے خود کو اپنے کمرے تک محدود کر چکی تھیں، انہیں اندازہ نہیں تھا کہ اس بار میر حاکم ڈاریکٹ انہی کے بیڈ روم میں آکر کچہری سجالیں گے۔

''تایا جی اس گھر میں میرے علاوہ بھی اور لوگ ہیں۔۔۔'' تاجدار بیگم نے ڈھکا چھپا انداز اپنایا۔

''جانتا ہوں میں، تمہارا اشارہ شارقہ اور ندرت کی طرف ہے، ان میں اتنی عقل ہوتی تو مل کر خاقان کو نہ سنبھال لیتیں، وہ جگہ جگہ منہ مارتا ہوا نہ پھرتا اور نہ ہی اسکی رنگ برنگی داستانیں سننے کو ملتیں۔۔'' انکا طنزیہ انداز تاجدار بیگم کے دل و دماغ پر پھوار بن کر برسا۔

انہوں نے جتاتی ہوئی نگاہوں سے اپنے سامنے خاموش بیٹھے میر محتشم کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہی ہوں کہ سن لیں اس خاندان کی واحد سمجھدار خاتون کا تاج انہی کی بیوی کے سر پر ہے، اور سونے پہ سہاگہ نام بھی تو ان کا تاجدار بیگم تھا۔

''آپ کچھ بھی کہیں تایا جی، اس گھر اور خاندان کے لیے میں نے اپنی ہڈیاں تک گلا لیں لیکن۔۔۔۔''

''لیکن کیا۔۔۔؟

''آج تک میرا کسی نے لحاظ نہ کیا، اور پورے خاندان کے سامنے دو ٹکے کا کر دیا مجھے، آپ اپنے ایمان سے کہیں، میں کس منہ سے اپنے کمرے سے نکلوں اور اپنی دیورانیوں کے ساتھ جا کر بیٹھوں۔۔۔'' انہوں نے جذباتیت کی انتہاء کرتے ہوئے آنسو تک نکال لیے۔

''شاہ میر والی بات پر میں ہزار دفعہ معذرت کر چکا ہوں، خدا کے واسطے بس کر دو اب۔۔۔''میر محتشم اپنے والد صاحب کے سامنے دوبارا انہی باتوں پر جھنجھلا سے گئے اور میر حاکم نے اپنی سب سے لاڈلی بہو کا آنسوؤں سے بھرا ہوا چہرہ دیکھا تو ان کا دل پسیج گیا۔

''ماں ہوں میں کیسے بس کر دوں، ساری ساری رات مجھے نیند نہیں آتی، اتنے سالوں سے پوسٹنگ ہو رہی ہے اسکی، پہلی دفعہ تو اپنے گھر کے پاس پوسٹ ہوا تھا اور آپ نے نکال دیا اسے۔۔۔''وہ میر حاکم کو جذباتی کرنے کے لیے ذرا اونچی آواز میں رونے لگیں۔

''اس بے وقوف نے بھی تو ایک دفعہ بھی معافی مانگنا گوارہ نہیں کی اپنے باپ سے۔۔''میر محتشم ہلکا سا چڑ کر بولے۔

''اس سلسلے میں دو تین بار آچکا ہے وہ، لیکن میں نے ہی بھگا دیا کہ تمہارا باپ سخت غصّے میں ہے۔۔۔''تاجدار نے آنسو پونچھتے ہوئے اپنی طرف سے آدھا جھوٹ اور آدھا سچ بولا، شاہ میر گھر آیا ضرور تھا لیکن صرف اپنی ماں سے ملنے کے لیے۔

''اچھا محتشم تم چھوڑ دو اپنا غصّہ، اولاد ہی نا ہنجار ہو تو انسان کیا کر سکتا ہے، فون کر کے بتا دینا اسے، جب چاہے آ سکتا ہے۔۔۔''میر حاکم علی کی بات پر تاجدار کا چہرہ ایکدم کھل سا اٹھا، ان کے شوہر محتشم صاحب نے جھنجھلا کر انہیں دیکھا لیکن مصلحتا خاموش رہے۔۔

''تایا ابا ایک اور درخواست کرنی تھی آپ سے۔۔۔؟''تاجدار بیگم نے اس موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ایک اور کوشش کی۔۔

''ہاں ہاں بولو۔۔۔''

''مجھے نہیں پتا آپ میری اس بات کو کیسے لیتے ہیں، لیکن میری اور برہان کی دلی خواہش ہے کہ اسکی شادی کے ساتھ درشہوار اور ارسل کا قصّہ بھی نبٹا دیا جائے۔۔۔''وہ محتاط انداز میں گویا ہوئیں۔۔۔

''لیکن درشہوار ابھی تھوڑا ان میچورڈ لگتی ہے مجھے، میرا خیال ہے اسے گریجویشن کر لینی چاہیے۔۔''محتشم صاحب نے رنگ میں بھنگ ڈالا۔

''اس سے بھی تھوڑی عمر تھی میری، جب میں بیاہ کر اس گھر میں آئی تھی اور ویسے بھی دو چار سال بعد بھی درشہوار کی عقل میں اضافے کی مجھے تو قطعا بھی امید نظر نہیں آتی تو اچھا ہے لگے ہاتھوں یہ قصّہ بھی نبٹ جائے۔۔''تاجدار بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے میاں کو وہ ساری داستان سنا دیں جس نے ان کی راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔

''ویسے تاجدار کی بات میں دم تو ہے، اچھا ہے گھر کی بچیوں کے فرض سے ہم جتنی جلدی سبکدوش ہو جائیں، تم کیا کہتے ہو محتشم۔؟۔''میر حاکم آج اپنی بہو کے چینل پر ہی چل رہے تھے، ان کی بات پر تاجدار بیگم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''دیکھ لیں بابا جان، جو بات آپ کو مناسب لگے۔۔۔''

''میری مانیں تو تایا ابا، آپ بس بسم اللہ کریں، تیاری میں ایک ہفتے میں کر لوں گی۔ اسکی فکر مت کیجئے گا۔۔''تاجدار بیگم

نے بے تابی سے کہا۔

''چلیں بابا جان، اس بہانے آپکی بہو کے پیروں کی مہندی تو اترے گی ناں، ورنہ گھر کا نظام یوں ہی درہم برہم رہے گا۔۔۔''محتشم صاحب نے بھی اپنی بیگم کا موڈ بہتر کرنے کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو میر حاکم مسکرا دیئے اور انکی مسکراہٹ کے پیچھے چھپی رضامندی نے تاجدار بیگم کے سینے پر دھرا بوجھ تھوڑا کم کر دیا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جسٹس محمود کے بیٹے روحیل کے قتل کے واقعے میں ایک دلچسپ موڑ آیا تھا۔۔۔

رومیصہ کی آج صبح عدالت میں پیشی تھی اور وہ شہر زاد اور ارتضٰی کے ساتھ ٹائم پر وہاں موجود تھی۔۔۔

اسکے آنے سے پہلے ہی احاطہ عدالت میں مختلف چینلز کے رپورٹرز کی چہل پہل نظر آ رہی تھی، جو آج کسی خاص خبر کے منتظر تھے اور شہر زاد نے بھی ان کو مایوس نہیں کیا۔

کمرہ عدالت میں دیئے جانے والے رومیصہ کے بیان کے ساتھ روحیل محمود کے بیسٹ فرینڈ صارم خان کی گواہی نے ہر طرف ایک تھرتھلی سی مچادی تھی۔ اسکے ساتھ ہی میڈیا میں رنگ برنگی خبروں کا طوفان آ گیا۔

صارم خان، شہر زاد تک رومی کے توسط سے پہنچا تھا اور اسے یہاں تک لانے میں ساری محنت ارسل کی تھی، جو خود بھی اس وقت کمرہ عدالت میں موجود تھا لیکن اس کی پوری کوشش تھی کہ وہ میڈیا کے کسی نمائندے کے سامنے نہ آئے، بلکہ صارم اور رومیصہ کے علاوہ کوئی بھی ارسل کو نہیں جانتا تھا۔

صارم خان نے دوٹوک انداز میں کمرہ عدالت میں بتایا کہ اس رات گاڑی رومیصہ نہیں کنزہ وقار چلا رہی تھی اور چونکہ صارم بھی اپنے دوست کی مدد کے لیے اپنی گاڑی پر اسکے پیچھے تھا، چنانچہ یہ سارا منظر اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صارم نے مزید یہ دعوی یہ بھی کیا تھا کہ یہ بات اس کلب کے چوکیدار کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ جانتے تھے کہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر کنزہ وقار تھی۔

کورٹ سے پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے رومیصہ نے کئی دفعہ ارسل کی طرف دیکھا، جس کی آنکھوں میں اس کے لیے ایک خاموش دلاسہ تھا، اس کے وہاں ہونے کا احساس رومیصہ کو خاصی تقویت بخش رہا تھا۔

دوسری طرف میڈیا کے نمائندے وقار درانی کے گھر کے باہر ڈیرہ جما کر بیٹھ گئے تھے، اور ان کے خاندان میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی، وقار درانی کا غصّہ اور پریشانی سے بُرا حال تھا کیونکہ شہر زاد نے ان کی کوئی بھی کال اٹینڈ نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

''ہم انشاء اللہ یہ کیس جیت جائیں گے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔''رومیصہ نے ارسل کا یہ ٹیکسٹ میسج گاڑی میں بیٹھتے

ہوئے پڑھا۔

''تمہاری محبت میری زندگی کے راستوں کو آسان ہی نہیں بلکہ خوبصورت بھی بنائے گی اور مجھے اس بات کا یقین ہے۔''اس نے فورا یہ میسج ارسل کے نمبر پر بھیج کر گاڑی کی پشت سے ٹیک لگالی تھی۔

شہر زاد اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی مسلسل اپنی کولیگز کی کالز اٹینڈ کر رہی تھی، جو اس کیس میں اس کے ساتھ کھڑے تھے۔

''ویل ڈن شیری۔۔۔تم وکٹری اسٹینڈ کے بہت قریب پہنچنے والی ہو۔۔'' مسز عالیہ قریشی کی کال ہمیشہ اسکا حوصلہ بڑھاتی تھی۔

''یہ سب آپ کی وجہ سے ہے میم۔۔۔''اس نے بھی کھلے دل سے اعتراف کیا۔

مسز عالیہ قریشی کی کال جیسے ہی بند ہوئی، انٹرنیشنل نمبر سے آنے والے اگلی فون کال نے اسکے دل کی دھڑکنوں کو بے ربط کیا، وہ لاکھوں میل کے فاصلے پر بھی اسکی ایک ایک چیز پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

''تم نے تو اس بار مجھے حیران کر دیا، کہاں سے ڈھونڈ لائی ہو تم صارم خان کو۔۔۔۔''ہم زاد کے لہجے میں چھپی ستائش نے اسکے حوصلوں کو مزید بلند کیا۔

''تم ساری باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ میری یہ موو کیسی لگی تمہیں۔۔۔؟''

''بہت زبردست لیکن وقار درانی کے بارے میں بہت زیادہ محتاط ہو جاؤ، وہ اب تمہارے سامنے ہر قسم کا چارہ ڈالنے کی کوشش کرئے گا۔۔۔''وہ امریکہ میں بھی اس کے لیے فکر مند تھا اور یہ بات شہر زاد کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیے کافی تھی۔

''آپ بس مجھے ایزی لینا چھوڑ دیں، باقی چیزیں میں خود سنبھال لوں گی۔۔۔''شہر زاد کے لہجے کی کھنک پر رومیصہ نے چونک کر اپنی بہن کی طرف دیکھا، اور پہلی دفعہ اس کے ذہن میں بھی کوئی الارم گونجا، وہ فون بند کر چکی تھی لیکن اسکے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ ابھی بھی موجود تھی۔

دونوں بہنیں گھر پہنچیں تو ٹینا بیگم کو خلاف توقع اپنے بیڈروم سے سیٹنگ روم میں دیکھتے ہی انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ ان کی نظر ابھی سیف الرحمن پر نہیں پڑی تھی جو سیٹنگ لاؤنج کی دائیں دیوار کے پاس رکھے سنگل صوفے پر براجمان سگار پی رہے تھے۔

''مبارک ہو شیری، درست موقعوں پر درست پتوں کا استعمال ہی کسی بیرسٹر کی کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔۔'' سیف الرحمن کی سنجیدہ آواز پر وہ دونوں چونکیں اور رومیصہ کا چہرہ تناؤ کا شکار ہوا۔

''تھینک یو سر۔۔۔''اس نے پر وقار انداز میں جواب دیا اور ٹینا بیگم کی طرف متوجہ ہوئی۔

''مام کیسی ہیں آپ۔۔۔؟''

''یہ صارم خان کہاں سے ملا تمہیں۔۔۔؟وہ بے تابی سے گویا ہوئیں، بہت دن بعد انہوں نے روٹین لائف کے کسی مسئلے پر اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اور یقیناً اس کے پیچھے سیف الرحمن کی محنت اور کاوش تھی۔

''رومیصہ کے ریفرنس سے آیا تھا وہ لڑکا۔۔۔''شہر زاد نے اپنی بہن کی طرف دیکھا، جو سیف الرحمن کو نظر انداز کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اور شہر زاد کو اسکی بد اخلاقی پر تھوڑی شرمندگی ہوئی۔

''سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ روحیل کا بیسٹ فرینڈ ہے تو اس نے رومیصہ کے حق میں گواہی کیوں دی۔۔؟''سیف الرحمن کے اس سوال پر وہ ہلکا سا گڑبڑائی۔

''ہم سچائی کو زیادہ دیر تک بند کمروں یا بند ذہنوں کے پیچھے نہیں چھپا سکتے۔۔۔'' وہ عین ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی اور پر اعتماد انداز میں گویا ہوئی۔

''لیکن ایسی دل دکھا دینے والی سچائی جس سے اس کے بیسٹ فرینڈ کا سارا خاندان ہرٹ ہو سکتا ہے، اس کے لیے وہ کیسے راضی ہوا۔؟میرا یہ مطلب ہے کہ اسے اس پوائنٹ تک کون لے کر آیا اور اسکا کیا مقصد تھا۔؟وہ کیوں رومیصہ کی ہیلپ کرنا چاہتا ہے۔؟''سیف الرحمن نے بیورو کریسی میں اتنے سال سر و کیا تھا اور ان کا چیزوں کو دیکھنے کا اپنا زاویۂ نگاہ تھا۔۔

''بس کر دو سیفی، اس بچے کا ضمیر جاگ گیا ہو گا۔۔۔''ٹینا بیگم کو ان کی باتیں بے وقت کی راگنی محسوس ہوئیں اور دوسری طرف انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں شہر زاد ان کی باتوں کا بُرا نہ مان جائے۔

''اٹس اوکے مام۔۔۔''شہر زاد نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بولنے سے منع کیا۔وہ سیف الرحمن کے عین سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''آپ کے خیال میں اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔۔؟'' شہر زاد نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا، اس کا دماغ اسی پوائنٹ پر چلنے لگا تھا، جس پر سیف الرحمن اسے لانا چاہتے تھے۔

''بیٹا میں کوئی کنفرم بات تو نہیں کر سکتا، لیکن ان تمام چیزوں کے درمیان میں کوئی کنکشن ایسا ہے جو نظروں سے اوجھل ہے، اور تمہیں اس کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو کل کو خدانخواستہ ساری بساط پلٹ جائے۔۔۔''انہوں نے ڈھکے چھپے انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تھینک یو انکل، تھینک یو سو مچ۔۔۔میں آپکا پوائنٹ بالکل سمجھ چکی ہوں۔آپ کافی حد تک ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔'' وہ ایک گہرا سانس لے کر کھڑی ہوئی۔

اور ٹینا بیگم نے حیرانگی سے سیف الرحمن کی طرف دیکھا۔

''ٹینا، تمہاری بیٹی بہت لائق ہے، اور اسی رفتار سے چلتی رہی تو بڑے بڑے لوگوں کے چیمبرز بند کروا دے گی۔۔'' اسکے سیٹنگ روم سے نکلتے ہی انہوں نے کھل کر شہر زاد کو سراہا اور ٹینا بیگم بے ساختہ انداز میں مسکرا دیں، کیونکہ وہ بھی اپنی بیٹی کی بھرپورا ڑان سے واقف ہو چکی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یونیورسٹی میں چاروں طرف خزاں کے زرد پتوں کا راج تھا۔۔۔

مناہل کی گاڑی کیمپس کی پارکنگ میں آن رکی اور وہاں پہلے سے موجود برہان کی گاڑی دیکھ کر اسکے دل میں طمانیت کا احساس پیدا ہوا۔ برہان پچھلے دو روز سے یونیورسٹی نہیں آ رہے تھے اور مناہل نے یہ اڑتالیس گھنٹے باقاعدہ کڑھتے ہوئے گذارے تھے کیونکہ ان کا سیل فون بھی مسلسل بند تھا۔

وہ جیسے ہی اپنی گاڑی سے اتری، ٹھنڈی ہوا کے یخ جھونکے اسکے چہرے کے ساتھ ٹکرائے، زرد پتوں کو اپنے پیروں سے کچلتی ہوئی وہ اپنے آفس کی طرف بڑھ رہی تھی، ایک چھوٹی سی منڈیر پر بیٹھی ہوئی انابیہ نے حسرت بھری نگاہوں سے مناہل کی طرف دیکھا۔ وہ آج برہان کے ساتھ ہی یونیورسٹی آئی تھی اور اس وقت اپنی دوست کرن کے انتظار میں وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔

بلاشبہ انابیہ اس سے کہیں زیادہ حسین تھی اور اس کے باوجود برہان کی نظریں مناہل قریشی کے چہرے کا طواف کرتی رہتیں، تب انابیہ کو احساس ہوا کہ محبت جسمانی ساخت اور حلیے سے بے نیاز ہوتی ہے۔

مناہل نے جیسے ہی ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھا، پہلی کلاس کے روسٹرم کے سامنے کھڑے برہان کو دیکھ کر اس کا دل بغاوت کر گیا، وہ کچھ لمحوں کے لیے رکی اور اندر جھانک کر دیکھا، کئی اسٹوڈنٹس کی نظریں اس پر اٹھیں اور وہ ہلکی سی خفت کا شکار ہو کر تیزی سے اپنے آفس کی طرف چل پڑی۔ اپنی اس بے وقوفی پر اس نے خود کو دل ہی دل میں لتاڑا۔۔

''میم تھوڑی دیر پہلے آپ کا یہ کوریئر آیا ہے۔۔۔'' پیون نے ایک خاکی لفافہ اسکی طرف بڑھایا۔

وہ لفافہ لیے اپنے چھوٹے سے آفس میں گئی، وال کلاک کی طرف دیکھا، اسکی کلاس میں دو گھنٹے کا وقفہ تھا اور وہ اسی ڈیپارٹمنٹ میں وزیٹنگ لیکچرار تھی، اور اپنے تھیسس کے ساتھ ساتھ فرسٹ اور سیکنڈ سمسٹر کی کلاسز بھی لیتی تھی۔

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی احتیاط سے وہ لفافہ کھولا تو اندر سے ایک نفیس سا سلور گرے کلر کا شادی کارڈ نکلا، مناہل نے بڑی خوشگوا حیرت کے ساتھ وہ انویٹیشن کارڈ پکڑا، وہ سمجھی تھی کہ شاید کسی فرینڈ یا کلاس فیلو کی طرف سے سرپرائز ہو گا لیکن اندر کھولتے ہی جن ناموں پر اسکی نظر پڑی، ایک لمحے کو اسے پوری کائنات اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسکی آنکھوں کے سامنے سرخ

رنگ کے دائرے ناچنے لگے اور دل تو گویا سینے کی ساری پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔ قسمت نے اس کے ساتھ کیسا ہولناک مذاق کیا تھا، وہ یہ چیز سمجھنے سے قاصر تھی۔ اس نے گھبرا کر کارڈ میز پر رکھا۔ جیسے اس کے اندر کوئی آتش فشاں چھپا ہوا ہو۔ اس نے لمبے لمبے سانس لے کر خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی۔

اس کے بعد اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اپنے سامنے میز پر رکھے کارڈ کو دیکھا جہاں ''میر برہان محتشم'' کے نام کے آگے لکھا ''' انابیہ خاقان'' کا نام اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصّے میں سمجھ گئی تھی کہ یہ انابیہ کون ہے لیکن ابھی اس کا دل و دماغ اس تلخ حقیقت کو ماننے سے سخت انکاری تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باقی آئندہ

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام